بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

ہمارے ہمسایہ ملک پاکستان میں آج کل صدارتی انتخاب کی مہم بڑے زور شور سے جاری ہے، یوں تو اس قسم کے معاملات ہر ملک کے اپنے ہوتے ہیں اور اس ملک کے لوگوں کو اختیار رہتا ہے کہ اُلٹا کریں یا سیدھا۔ دوسروں کو اس میں مداخلت کرنے کا حق نہیں، لیکن جو چیز اسلام کے نام پر کہیں اور کسی جگہ بھی کی جائے ساری دنیا کے مسلمانوں کو اُس سے دلچسپی لینا ناگزیر ہے، علاوہ ازیں پاکستان ہمارا بہت قریبی پڑوسی ملک ہے اور اس حیثیت سے اُس کی خوش حالی اور اُس کا استحکام طبعی طور پر ہمارے دل کی آرزو ہونی چاہیئے، اس بنا پر اس صدارتی انتخاب سے ہم کو بھی دل چسپی ہے اور صدر ایوب خان کے مقابلہ میں مس فاطمہ جناح کے امیدوار ہونے نے اس دلچسپی کو دہ چند کر دیا ہے۔

اس سلسلہ میں یہ دیکھ کر بڑا دُکھ ہوتا ہے کہ جیسا کہ مسلمانوں کی عام فطرت اور جبلت بن گئی ہے، اسلام کو اس موقع پر بھی اپنی اغراضِ فاسدہ کے لئے بڑی جسارت اور دلیری سے توڑا مروڑا جا رہا ہے، گویا دین و شریعت کیا ہوئے؟ موم کی ناک ہیں جیسا چاہا بنا دیا، مس فاطمہ جناح کی حمایت اگر خالص سیاسی یا ملکی مصالح کے پیشِ نظر کی جاتی اور اسلام کا پاؤں درمیان میں نہ آتا تو غنیمت تھا، دین سے تلاعب اور شریعتِ محمدی سے بازیگری کے جُرم کا ارتکاب تو نہ ہوتا لیکن ستم بالائے ستم یہ ہے کہ صدر ایوب کی مخالفت میں جو علماء پیش پیش ہیں وہ اعلان یہ اعلان کر رہے ہیں کہ اسلام میں ایک عورت کا سربراہِ مملکتِ اسلامی ہونا ممنوع نہیں ہے، اور ایک بڑے مولانا نے تو چیلنج کیا ہے کہ اگر ممنوع ہے تو کوئی شخص بتائے کہ قرآن میں یا حدیث میں اس کا ذکر کہاں ہے؟ ان حضرت سے کوئی پوچھے کہ اگر کسی چیز کے ممنوع ہونے کے لئے قرآن یا حدیث میں اُس کا بصراحت مذکور ہونا ہی شرط ہے تو پھر آپ بینک کے سود اور بیمہ کو، برتھ کنٹرول اور رقص و سرود کو کیوں ناجائز اور ممنوع فرماتے ہیں؟ ان کے لئے قرآن یا حدیث میں کوئی حکم بطور عبارۃ النص کے کہاں ہے؟

جہاں تک اصل مسئلہ کا تعلق ہے ہر وہ شخص جس نے قرآن کا مطالعہ ایمان داری اور ہوائے نفس کے بغیر کیا ہے، وہ لازمی طور پر اس کو تسلیم کرے گا کہ اسلام ہرگز ایک عورت کے سربراہِ مملکت ہونے کا حامی اور موید نہیں ہوسکتا، ایک سربراہِ مملکت کے لیے ضروری ہے کہ وہ (قرآن کی تصریح کے مطابق) بسطۃً فی الجسم اور بسطۃً فی العلم رکھتا ہو، یعنی ذہنی اور جسمانی قوتوں کے اعتبار سے اسے ممتاز ہونا چاہیے، تاکہ تقنین اور تنفیذ، یہ دونوں کام باحسنِ وجوہ انجام دے سکے، وہ سرحدوں کی حفاظت کرسکے، جنگ میں فوج کا قائد بن سکے، مملکت اور ریاست کے اُلجھے ہوئے معاملات کو حسنِ تدبیر کے ناخن سے کھول سکے، ملک کے داخلی اور خارجی امور میں رہنمائی اور ان کی نگرانی کا فرض ادا کرسکے، ساتھ ہی اُس کی شخصیت ایسی باوقار اور پُر رعب ہونی چاہیے کہ وہ اپنے فیصلوں کو منوا سکے اور اپنے احکام کو نافذ کرسکے، از روئے قرآن یہ تمام اوصاف و کمالات بیک وقت ایک مرد میں ہی ہوسکتے ہیں۔ عورت میں نہیں۔ کیوں کہ قرآن عورت کو مرد کے مقابلہ میں ایک صنفِ ضعیف و لطیف مانتا ہے، اور ظاہر ہے ایک صنفِ لطیف و ضعیف حکمرانی کے اس بھاری بوجھ کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ کون نہیں جانتا قرآن میں صاف طور پر مذکور ہے، اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ، مرد عورتوں پر محافظ اور نگراں ہیں، تو کیا ایک عورت کو سربراہِ مملکت بنا کر ملک کے تمام مردوں پر حاکم اور فرمانروا بنا دینا قرآن کے اس ارشاد کو یک لخت پلٹ دینا نہیں ہے، ایک فرماں روائے ملک کے لئے بااختیار و با اقتدار ہونا ضروری ہے اور یہ معلوم ہے کہ از روئے احکامِ شریعت و صنفی خصوصیات، عورت مرد کی طرح مکمل طور پر با اختیار نہیں ہے، چنانچہ ایک عورت کو وراثت میں حصہ مرد سے آدھا ملتا ہے، ہر ماہ اسے نماز اور تلاوتِ قرآن سے اور روزہ رکھنے سے چند روز کے لئے محروم ہونا پڑتا ہے۔ حمل اور ولادت کے دنوں میں اُس کی معذوریاں بڑھ جاتی ہیں۔ اور وہ کسی کارِ گراں و ثقیل کی متحمل نہیں ہوسکتی، دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کے برابر قرار دی گئی ہے، اور وہ بھی اس طرح کہ چار عورتوں کی گواہی دو مردوں کے برابر نہیں، بلکہ بہرحال ایک مرد ضرور ہونا چاہیے، اور قرآن نے اس کی وجہ بھی بتادی "لِتُذَکِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى" تاکہ ایک عورت بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلادے۔ یہی وہ حکم ہے جس کی بنیاد پر عورتوں کو حدیث میں ناقصات فی العقل کہا گیا اور اوپر جو معذوری مذکور ہوئی اُس کی وجہ سے ناقصات فی الدین فرمایا گیا ہے، اور یہی وہ اسباب ہیں جن کے باعث عورت نماز میں امامت نہیں کرسکتی۔

غلام اور بچوں پر جس طرح نمازِ جمعہ فرض نہیں ہے اسی طرح عورت پر بھی فرض نہیں ہے، جہاد کا اگر حکم دیا جائے تو عورت پر وہ عائد نہیں ہوتا، حج مرد پر صرف استطاعتِ زاد و راحلہ کی بنیاد پر فرض ہو جاتا ہے، لیکن عورت کا حال یہ نہیں، اُس کے لئے محارم میں سے کوئی ہمراہ ہونا بھی ضروری ہے۔ گھوڑے کی سواری کرنا اسلامی سماجیات میں عورت کے لئے نامحمود ہے، حدیث میں عورتوں کو آبگینہ (قوارير) کہا گیا ہے، اور یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ عورت مرد کے مقابلہ میں بہت زُود رنج، نازک مزاج اور سریع الحس ہوتی ہے، چنانچہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے مذاق میں کوئی بات کہیے اور جھٹ اُس کی آنکھوں میں آنسو جھلکنے لگیں گے، کوئی اچھا شعر گا کر اس کے سامنے پڑھیے اور فوراً اُس کا چہرہ تمتما اُٹھے گا۔ اس کی محبت بھی غضب کی ہوتی ہے اور نفرت بھی بلا کی، محبت ہو تو اسے اپنا سب کچھ لٹا دینے میں تامل نہیں ہوتا۔ اور نفرت ہو تو مرغِ بسمل کا تماشہ اس کا محبوب کھیل بن جاتا ہے، یہی وہ عورت کی خلقی صفت ہے جس کے باعث قرآن میں اسے "فِی الْخِصَامِ غَیْرُ مُبِیْنٍ" فرمایا گیا ہے، علاوہ ازیں قرآن میں ہے "وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ" اور وہ عورتیں رہیں اپنے گھروں میں" اس سے صاف معلوم ہوا کہ اسلامی معاشرہ میں ایک عورت کا دائرۂ عمل امورِ خانہ داری تک محدود ہے۔ اور اسی بنا پر اسے "رَبَّۃُ الْبَیْتِ" گھر کی مالکہ کہا جاتا ہے۔ پھر عورتوں کے لئے قرآن میں حجاب کا بھی حکم ہے، جس کے باعث وہ مَردوں سے اور مَرد اُن سے خلا ملا نہیں رکھ سکتے، اب آپ فرمائیں اسلامی معاشرہ کا یہ نظام جو قرآن کی تعلیمات پر مبنی ہے، کیا یہ اس کا ثبوت نہیں ہے کہ ازروئے شریعتِ محمدی ایک عورت کسی اسلامی مملکت کی صدر یا فرمانروا نہیں ہو سکتی، صدر ہونا تو کجا! وہ فوج کی کمانڈر، کلکٹر اور کمشنر، سپرنٹنڈنٹ پولیس اور جج نہیں ہو سکتی، صحیح بخاری میں ارشادِ نبوی ہے "ہرگز وہ قوم فلاح نہیں پا سکتی جو اپنے اوپر عورت کو حاکم بنا لے"

لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام میں یہ حد بندی عورت کی تنقیص ہرگز نہیں ہے، بلکہ اس کی صنف کا احترام اور اُس کی رعایت ہے، اسلام ہر چیز کو اُس کی اپنی جگہ پر رکھنے کا قائل ہے، وہ گُل تر سے شعلۂ اخگر کا اور نسیم سحر سے بادِ صرصر کا کام لینے کا حامی نہیں۔